مغربی تہذیب کا بحران

جناب ریاض الحسن نوری - ایم اے

(۳)

شراب کا مشکل مسئلہ پال پی ہارٹن اور جیرالڈ۔ آر۔ لیس لائی لکھتے ہیں:۔

"جہاں کہیں شراب کا تعلق جوانمردی اور طاقت سے جوڑا جاتا ہو — جیسا کہ آئرلینڈ، فرانس اور امریکہ میں ہے — تو ایسی جگہ الکوحل ازم کا پایا جانا ضروری ہے"۔[1]

اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے یہ حضرات لکھتے ہیں کہ دوسرے تمام منشیات سے زیادہ مشکل مسئلہ شراب کا ہے:۔

"الکوحل ہمارے ملک میں تمام منشیات سے زیادہ اُلجھا ہوا مسئلہ .... ہے۔ حکومت کے بیان کے مطابق ۲ لاکھ ڈالر کثرتِ شراب خواری کے خلاف اشتہارات پر خرچ کیے جائیں گے ..... شراب کی کثرت کی مثال دیتے ہوئے مارس نے جو الکوحل ازم کے سرکاری نیشنل انسٹیٹیوٹ کے ڈائرکٹر ہیں، فرمایا کہ نیویارک شہر ہی میں کثرتِ شراب خواری (الکوحل ازم) کے ۶ لاکھ مریض ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہیروئن نشہ کے عادی صرف ایک لاکھ پچیس ہزار ہیں۔ ہمارے اکثر لوگوں کے نزدیک ہیروئن کا نشہ غیر ملکی اور دُور دراز

(1) Sociology of Social Problems. by Paul B. Horton and Gerald R. Leslie P. 543.

کی چیز معلوم ہوتا ہے اور الکوحل ازم قریبی اور جاپانی پیچانی چیز معلوم ہوتی ہے۔
پس نتیجہ صاف ظاہر ہے۔"[1]
نیویارک چرس وغیرہ کی قسم کی منشیات کی روک تھام کے لیے الکوحل ازم کی نسبت چالیس گنا رقم مختص کرتا ہے۔

روس میں شراب کی تباہ کاریاں نیوز ویک مورخہ ۱۹ر نومبر ۱۹۷۹ء صفحات نمبر ۱، ۲، ۷ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

"سوویٹ حکومت پر بڑا بوجھ پڑ رہا ہے۔ اس تناؤ کی وجہ سے یہ حکومت کسی وقت بھی پھٹ سکتی ہے اور اس کے ساتھ ہی تمام دنیا بھی پھٹ سکتی ہے.....

سوویٹ یونین بیسویں صدی کی اُن چند نیم تجدد زدہ (Semi-Modern) سوسائٹیوں میں سے ہے جہاں شرح اموات بڑھ رہی ہے۔ ماہرین نہیں جانتے کہ کیوں ایسا ہو رہا ہے مگر تمام شہادتیں اسی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ اس کی وجہ الکوحل ازم ہے

تمام روسی آبادی میں شرح اموات برابر بڑھ رہی ہے۔ حتیٰ کہ بچوں کی شرح اموات میں بھی تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ یعنی سالانہ دس فیصد سے زیادہ..... ۲۰۰۰ء عیسوی تک سوویٹ یونین کی کل آبادی کا تیسرا حصہ مسلمان ہو جائیں گے۔ عظیم روسیوں کی تعداد نصف سے بھی کم رہ جائے گی۔ وہ پھر سینٹر سے حکومت نہ کرسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے کہ اُس نے انسانوں کو بتادیا کہ شراب میں نقصان ہی نقصان ہیں اور اس کو حرام بھی کر دیا۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن (تم اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)۔

یہ صرف شراب ہی کی بات نہیں ہے جس کے متعلق روز بروز نئی نئی تحقیقات سے قرآن کی سچائی نکھر کر سامنے آ رہی ہے بلکہ تمام قرآنی قوانین میں انسانوں کے لیے نعمتیں ہی نعمتیں ہیں۔ فائدے ہی فائدے ہیں۔ جتنا جلدی لوگ انہیں سمجھ لیں اتنا ہی ان کا فائدہ ہے۔

---

(1) The Sociology of Social Problems. Page 524, 525

نسل در نسل بدبختی کچھ گناہ تو ایسے ہوتے ہیں جن کی سزا کرنے والوں ہی کو ملتی ہے مگر جدید تحقیقات سے اس کا ثبوت فراہم ہوا ہے کہ شرابیوں کے بچے اگر ذہین اور نارمل بھی ہوں تو بھی جوانی میں جا کر وہ نفسیاتی مشکلات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۷۹ء کے نیوز ویک کے صفحہ ۴۸ پر ایک تحقیقاتی رپورٹ چھپی ہے جس کا عنوان ہے "عادی شرابیوں کی اولاد" (Kids of Alcoholics) ہم اختصار کے ساتھ اس کا بعینہٖ ترجمہ پیش کرتے ہیں:-

"اس کی ماں عادی شرابی (alcoholic) تھی مگر ڈیوڈ ایک ماڈل بچہ دکھائی دیتا تھا۔ سات سال کی عمر میں وہ گھر کی صفائی کرتا۔ کھانا پکاتا۔ کپڑے دھوتا اور اپنے شرارتی چھوٹے بھائی کی نگرانی بھی کرتا۔ ہائی سکول میں وہ اپنی کلاس کا صدر تھا اور کالج میں وہ سب سے اعلیٰ درجے میں آنرز کے ساتھ ڈگری لے کر پاس ہوا۔ پھر قانون کے سکول میں داخلہ لیا، محنت کرنے کے بعد اس نے غیر شعوری طور سے محسوس کیا کہ اُس کا منتہا بالکل خالی خولی ہے۔ ناامید، غمزدہ اور تنہائی کے احساس اور سمجھ میں نہ آنے والی پریشانی سے مجبور ہو کر اُس نے ڈاکٹر سے مدد چاہی۔ ۲۶ سالہ ڈیوڈ یادیں تازہ کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ آخر کار ایک معالج نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہارے والدین میں سے کوئی شرابی تھا؟ میں ششدر رہ گیا۔ میں ہمیشہ سے ایک اچھا بچہ اور ایک سمارٹ لڑکا رہا تھا۔ میں اس تعلق کا خیال بھی نہ کر سکتا تھا۔

اکثر معالج بھی اس تعلق کو نہیں سوچ سکتے تھے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے تک محققین جو شرابیوں کے بچوں سے متعلق تھے۔ صرف انہی بچوں پر توجہ مرکوز کرتے تھے جو اچھا رویہ نہ رکھتے تھے۔ انہی کے متعلق یہ خطرہ رہتا تھا کہ کہیں وہ بھی بڑے ہو کر شرابی نہ بن جائیں۔ (عادی شرابیوں میں سے ۵۰، ۶۰ فیصد لوگوں کے والدین میں سے کم از کم ایک ضرور عادی شرابی ہوتا ہے)۔

لیکن اب پیشہ ور معالج یہ کہتے ہیں کہ شرابیوں کے بظاہر اچھے بچے بھی خطرے میں ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر سٹیفنی براؤن جو سٹینفورڈ میڈیکل سنٹر الکوحل کلینک کی ایسوسی ایٹ ڈائریکٹر

ہیں، فرماتی ہیں کہ اب تک ہم حقیقت سے ناآشنا رہے ہیں۔ مزید یہ کہ ایسے بچوں کی پوری آبادیاں ہیں کہ جو لڑکے اچھے طور سے پروان چڑھتے ہیں کہ بالکل بے عیب معلوم ہوتے ہیں اور اتنا کچھ حاصل کرتے ہیں جو اعلیٰ کارکردگی کا ثبوت ہوتا ہے پھر جب یہ بیس یا تیس سال کی عمر کو پہنچتے ہیں تو سب کچھ گڑبڑ ہونے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ میری تحقیقات یہ بتاتی ہے کہ اُن میں سے آدھے سے زیادہ شراب کی طرف لپکتے ہیں اور عادی بن کر نسل در نسل کے لیے اس مصیبت کو ابدی کر دیتے ہیں۔

...... معالجوں کے پاس شرابیوں کی جو بڑی اولاد مدد کے لیے آتی ہے۔ ان کی مختلف مشکلات ہوتی ہیں۔ لیکن دو باتیں خاص طور سے پائی جاتی ہیں اوّل یہ کہ یہ لوگ اپنے احساسات پر بھروسہ نہیں کر پاتے۔ دوسرے یہ کہ انہیں یہ ڈر رہتا ہے کہ وہ اپنی ذات پر کنٹرول نہیں رکھتے۔ یہ دونوں چیزیں اس ڈیفنس میکینزم (defence mechanism) کا نتیجہ ہوتی ہیں جو ان میں گھر کے گڑبڑ حالات کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ پھر بڑے ہونے کے بعد اُن پر اُلٹ کر آن پڑتا ہے۔

۲۷ سالہ سوشل ورکر بلیک جو کیلیفورنیا کے ہسپتال میں کام کرتی ہیں وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ آج جو چھ سالہ ماڈل لڑکا اپنے دفتر میں دیکھتی ہوں اگر اس کا علاج نہ کیا جائے تو یہ بھی اسی طرح قنوطیت زدہ ناامید جلد شرابی بننے والا ہو جائے گا جیسا کہ میں نے ایک ۴۵ سالہ کو دیکھا تھا......

...... بلیک اور براؤن دونوں اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ شرابیوں کے بچے گھر کے حالات سے مجبور ہو کر اور اس ڈر سے کہ اُن کے والدین پریشان نہ ہوں، اس بات کے عادی ہو جاتے ہیں کہ جذبات کو ہر حالت میں ہر قیمت پر دبایا جائے۔

...... بعض اوقات بچہ یہ سوچنے لگتا ہے کہ میری فلاں بات سے خفا ہو کر میرے والد یا والدہ نے شراب پی ہے۔ اگر میں فلاں بات نہ کرتا تو والد یا والدہ شراب نہ پیتے اور اس طرح سے بچہ اپنے آپ کو مجرم سمجھنے لگتا ہے......

سب سے مشکل سبق یہ سیکھنا ہے کہ شرابی کے بچے کو چاہیے کہ اپنے والد یا والدہ

کو بھلا کر خود اپنی فکر کرے اور اپنے ذہن کو صحت مند رکھنے کی کوشش کرے"۔

تفصیلات کے لیے ناظرین کو ہم اصل مضمون پڑھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا بیان سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ شراب نہ صرف شرابی کو خراب کرتی ہے بلکہ اس کی نسلوں کو بھی بدبخت بنا دیتی ہے۔ اللہ کا کتنا فضل ہے اور اس کی رحیمی کیسی ذرہ نواز ہے کہ اس نے انسانوں پر اس کو حرام کر دیا ہے تاکہ وہ ان تمام برے اثرات سے محفوظ رہیں فالحمد للّٰہِ علیٰ ذٰلک۔

ترمذی کی ایک حدیث ہے جس میں چوتھی بار شرابی کو حد لگانے کے سلسلے کا ذکر ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ اس حدیث کو سنیوں نے یہ کہہ کر قانون سازی سے خارج کر دیا ہے کہ یہ سنتِ ثابتہ نہیں ہے۔ مگر فقہ جعفریہ کے مطابق فتوٰی اس بات پر ہے کہ اگر شرابی چوتھی بار بلکہ بعض کے مطابق تیسری بار حد لگانے کے لیے لایا جائے تو اُسے قتل کی سزا دی جائے۔

بیروت سے ۱۹۶۶ء میں شیعوں کے مشہور عالمِ دین محمد جواد مغنیہ کی کتاب موسوم "فقہ الامام جعفر الصادق" چھ حصّوں میں چھپی ہے۔ اس میں یوں درج ہے۔

اذا ثبت الشرب بحد الشارب ثمانين جلدة اجماعًا ونصًا..... واذا أقيم عليه الحد ثلاث مرات قُتِل في الرابعة وقيل في الثالثة[1]

مذکورہ جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں بہرحال عادی شرابی کو قتل نہ بھی کیا جائے تو کم از کم اس کو شادی کرنے یا اولاد پیدا کرنے سے روک دینا چاہیے تاکہ آئندہ نسلیں بربادی سے محفوظ ہو جائیں۔

ٹیکس اور مغربی حکومتیں دراصل جدید دور کی مغربی حکومتیں کو عوام کی حقیقی فلاح سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں پادری حضرات عوام سے کہا کرتے تھے کہ گناہ کر کے ہمارے پاس آؤ اور اتنی رقم ہمیں دے دو تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

پھر کہنے لگے کہ اتنی رقم ہمیں دے دو تو پھر اگر تم فلاں فلاں گناہ کرو گے بھی تو وہ معاف ہوگا۔

---

[1] فقہ الامام جعفر الصادق ۔ مؤلفہ محمد جواد مغنیہ ۔ ص ۳۹۲ جلد ۶ ۔

انہیں کی دیکھا دیکھی یورپ کے حکمران بھی عوام پر ٹیکس عاید کرنے لگے۔ سب سے پہلی بار یورپ کے بادشاہوں نے عوام پر بلاواسطہ ٹیکس تیرھویں صدی میں عاید کیے۔ تفصیل کے لیے امریکی مؤرخ کا بیان ملاحظہ ہو۔ اصل تفصیلات متعلقہ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں[1]

گوناگوں نقصانات امریکہ میں سب سے زیادہ گرفتار وہ لوگ ہوتے ہیں جو شراب میں دھت پائے جاتے ہیں۔ ناروے جیسے فلاحی اور سوشلسٹ ملک میں ۱۹۶۲ء میں جیل کی سزا پانے والوں میں سے ۴۶٫۵ فیصد ان لوگوں کی تعداد تھی جو شراب پی کر کار چلا رہے تھے۔[2]

ویسٹرن میشیگن یونیورسٹی کے ہارٹن اور فلوریڈا یونیورسٹی کے لیسلائی ( ) لکھتے ہیں:

"امریکہ کے دو تہائی بالغ شراب استعمال کرتے ہیں جن میں سے ۹۰ لاکھ مریض ہونے کی حد تک شرابی یعنی Alcoholics ہیں۔ شراب پر امریکہ میں الکوحلکس (Leslie) کی وجہ سے اقتصادی نقصانات ہر سال ۱۵ بلین ڈالر (۱۵۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ روپیہ) ہوتا ہے۔ شراب کی وجہ سے ہر سال ۸۵،۰۰۰ اموات ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ جو شراب کی وجہ سے گھر اجڑتے ہیں، ملازمتیں ختم ہوجاتی ہیں۔ جسمانی اور دماغی امراض پیدا ہوتے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔

شراب کے علاوہ دیگر منشیات (مثلاً کوکین، حشیش وغیرہ) کے عادی امریکہ میں ۶ لاکھ پائے جاتے ہیں۔ جو اپنی اس عادت پر ۱۵ بلین ڈالر یعنی ایک کھرب پچاس ارب روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ صرف نیویارک سٹی میں شراب کے علاوہ دیگر منشیات سے تقریباً ایک ہزار افراد ہر سال لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ یہ لوگ خودکشی کی طرف زیادہ آسانی سے مائل ہوجاتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں ان منشیات کا رواج زیادہ ہوگیا تھا۔ اور اس وجہ سے

1- P. 187-''Civilization in the West.
by Crane Brinton Professor of Ancient and Modern History,
Harvard University and T.B. Cristopher of Rocester University and
Robert Lee of Harverd

2- Page 246, Contemporary Social Problems by Merton and Nisbet

حالت زیادہ دگرگوں ہوگئی۔ ایک کروڑ پچاس لاکھ امریکیوں نے اس کا تجربہ کیا ہے اور ۸۰ لاکھ سے زیادہ امریکن آجکل ان منشیات کو استعمال کر رہے ہیں...... امریکہ میں دماغی امراض کی وجہ سے بھاری اقتصادی نقصان ہو رہا ہے۔ ان امراض کے علاج پر اور اس سے جو صنعت کو نقصان پہنچتا ہے وہ کم از کم تقریباً ۲۰ بلین ڈالر (یعنی دو کھرب روپے) کا ہوتا ہے۔ آجکل تقریباً ۳۰ لاکھ امریکی دماغی امراض کی وجہ سے ہسپتالوں کے باہر اپنا علاج کروا رہے ہیں۔ شماریات سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۰ تا ۴۰ فیصد امریکن دماغی امراض میں مبتلا ہیں"۔[1]

دماغی امراض کے اعداد و شمار کی الجھن یہ ہے کہ ماہرین اس امر پر اختلاف کرتے ہیں کہ کن حالات میں کسی کو مکمل دماغی مریض کہا جاسکتا ہے اور کن صورتوں میں نیم مریض۔ ان اعداد و شمار کو یوں سمجھ لیجیے کہ ۱۰ فیصد تو بالکل پاگل ہوتے ہیں اور باقی ۳۰ فیصد ایسے نیم پاگل جو ذہنی توازن کھو چکے ہوں۔

دماغی امراض کی بحث

جہاں تک دماغی امراض کی وجوہات کا تعلق ہے تو جو کچھ مذکورہ بالا مصنفین اور دیگر ماہرین نے لکھا ہے اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ دماغی امراض کی بڑی وجہ مغربی تہذیب کے پیدا کردہ سوشل حالات ہیں۔ مذکورہ بالا مصنفین سب سے پہلے دماغی امراض کی وجوہات کو ناقابلِ حل معمّا قرار دیتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ عرصہ سے ڈاکٹر اور حیاتیاتی سائنس دان ایسی بنیاد تلاش کرنے کی فکر میں رہے ہیں جس کی بنا پر دماغی امراض کو بیماری کہا جاسکے (یعنی اسے بیماری کہنے ہی میں مشکلات پیش آجاتی ہیں)۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ:۔

"اگر بالفرض چند محدود اقسام کی دماغی تکلیفوں کو توارثی یا کیمیاوی بنیاد دے بھی دی جائے تو پھر بھی اکثر تکالیف بلا توجیہ کے رہ جائیں گی۔ حیاتیاتی سائنس دان بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ دماغی امراض میں سوشل حالات کا بہت بڑا حصہ ہے...... ایک نظریہ یہ ہے کہ جو لوگ ذہنی بے توازنی کا شکار ہوتے ہیں وہ عام طور پر شہروں کے اندرونی حصوں کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں جہاں کہ سوشل بدنظمی موجود ہوتی ہے...... دوسرا

[1] دی سوشیالوجی آف سوشل پرابلمز۔ ص ۵۰۵، ۵۰۶۔

نظریہ یہ ہے کہ شہروں کے اندرونی حصوں میں حالات ہی ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی وجہ سے دماغی امراض کی وہاں زیادہ کثرت ہو جاتی ہے۔"[1]

مذکورہ بالا بیانات اور ماہرین کے دیگر بیانات سے جن سب کو یہاں نقل کرنا ممکن نہیں، یہ بات بہر حال واضح ہو جاتی ہے کہ دماغی امراض کی کثرت کی وجہ جدید تہذیب اور اس کے پیدا کردہ حالات ہیں۔ اس سلسلے میں جو اقتصادی نقصانات ہو رہے ہیں وہ بھی سن لیجیے۔

مذکورہ بالا مصنفین لکھتے کہ:-

"دماغی امراض کی کثرت کے پیدا کردہ کل اقتصادی نقصانات کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ اور شاید لگایا بھی نہیں جا سکتا۔ مگر شاید نیشنل انسٹیٹیوٹ آف مینٹل ہیلتھ کے دماغی امراض کے بلوں سے ان کے علاج پر خرچ ہونے والی رقم اور پروڈکشن کے نقصانات کا جو حساب لگایا گیا ہے اس سے کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ حساب ۲۰ بلین ڈالر (یعنی ۲ کھرب روپے) کا لگایا گیا ہے۔ اس نقصان کا اندازہ لگانے کے اور بھی طریقے ہیں۔ مثلاً ہسپتالوں میں دواؤں اور مریضوں کے اخراجات کا حساب لگایا جائے۔ پھر ان کا حساب لگایا جائے جو ہسپتالوں سے باہر پرائیویٹ طریقوں سے علاج کراتے ہیں۔ پھر اس کا حساب لگایا جائے کہ کل آبادی میں کتنی تعداد ایسی ہے جن کا دماغی توازن درست نہیں۔"[2]

(باقی)

---

(1) Science News, 102 (July 22, 1972) 58-59.

(2) P. 533. 534 The Sociology of Social Problems